آوازِ خوب از قلم زینب بنت زمان

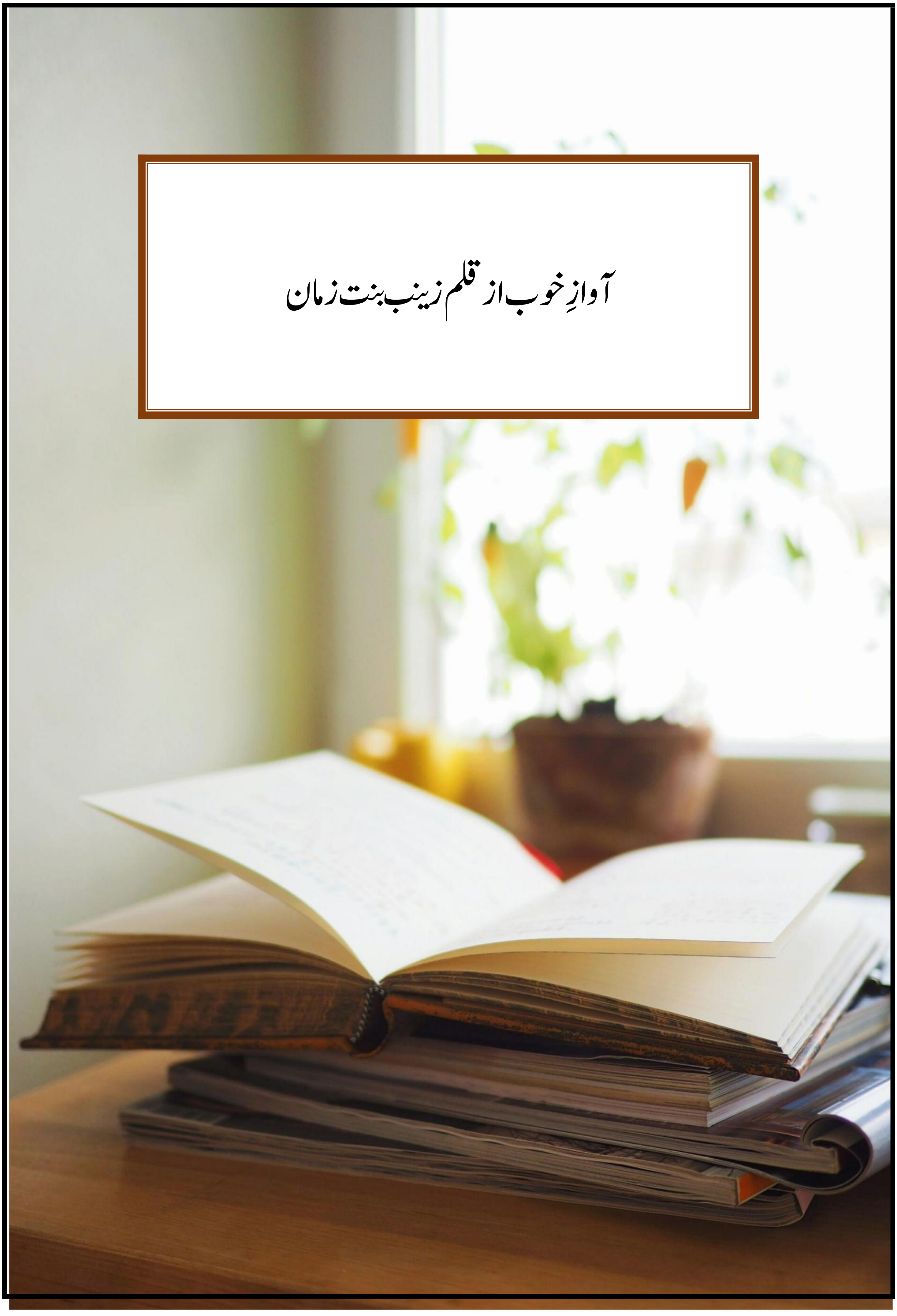

اردو ناولز بلاگز

اردو ناولز بلاگز کی طرف سے پیشکش

ناول "اردو ناولز بلاگز" کی ویب سائٹ کا حصہ ہے اور قارئین کی دلچسپی کے لیے پیش کیا گیا ہے ہماری ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے
آپ کو اعلی معیار اور اردو ادب فراہم کیا جائے۔
براہ کرم اس pdf کو صرف ذاتی مطالعے کے لیے استعمال کریں اس کے بغیر اجازت تقسیم، کاپی یا کسی اور پلیٹ فارم پر
اپلوڈ کرنا سختی سے منع ہے۔
اگر آپ ہمارے ساتھ اپنی تحریریں شیئر کرنا چاہتے ہیں یا کوئی تجاویز دینا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں:-

urdunovelsblog

ویب سائٹ: urdunovels.blogs

ای میل: urdunovelsblogs@gmail.com

انسٹاگرام: @urdunovelsblogs

فیس بک: fb.com/urdunovelsblogs

آپ کی رائے ہمارے لیے اہم ہے!

آوازِ خوب از قلم زینب بنت زمان

تھکاوٹ حد درجہ ہے سوچوں کے سفر میں
جسم وذہن تھک کے چوڑ ہیں دیکھو

یوں لگتا تھا کہ اس نے عمر بھر کوئی صحیح فیصلہ نہیں لیا۔ جو قدم اٹھایا وہی بکھرے ہوئے نوکیلے کانچ پر پڑا۔ بازو گھٹنوں پر رکھے ان میں سر دیے وہ اپنی زندگی کے گزرے لمحوں کی فلم ذہن کے پردے پر دیکھ رہا تھا۔ ہر گزرا لمحہ اس کے لیے آنے والے لمحے میں پچھتاوا بن کر سامنے آیا۔ اسے تو رشتے بھی وفادار نہ مل سکے۔ رشتوں کی محبت کی بارش کا کوئی قطرہ اس کے دل کی بنجر زمین پر نہیں برسا۔ اس کے بچپن میں ہی اس کے ماں باپ نے ایک دوسرے کو چھوڑ دیا۔ اس کے وجود پر توجہ تو دور ایک غلط نظر ڈالنا بھی گوارا نہیں کیا۔ دونوں کا بس ایک ہی تقاضا تھا۔ سکون کی زندگی اور آزادی۔ اور وہ جس طرح سے بوڈنگ چھوڑا گیا وہ یقیناً ان دونوں کا سکون نہیں تھا۔

پچھلی سب آزمائشیں کو اس نے سہہ لیا۔ مگر آج جب وہ خود کسی کی موت کی وجہ بنا تو اس کے ایمان کو ایک کاری ضرب لگی۔ ذہن میں چند سطور ابھریں اور سوچوں کے بہاؤ کا رخ بدل گئیں۔

کیا وہ اللہ کو بھی عزیز نہیں؟
کیا وہ اللہ کو پسند نہیں؟
کیا اللہ کو اس کی آسانی پسند نہیں؟
کیا چاہتا ہے اللہ؟
کیا کرے وہ؟

بازوں سے سر اٹھا کر اس نے پیچھے دیوار کے ساتھ لگایا۔ اس دوران اس کے لب لرزتے ہوئے کچھ بڑبڑا رہے تھے۔

"میں نے ایسا نہیں چاہا تھا۔ میں نے اسے نہیں مارا۔۔۔۔۔۔۔ نہیں مارا میں نے اسے" وہ یکدم چیخا اور پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

جس جگہ وہ بیٹا تھا۔ وہاں مکمل اندھیرا تھا، گھپت اندھیرا، ہر شے اندھیرے نے چھپا رکھی تھی۔ اور وہ بھی تو خود کو چھپانا چاہ رہا تھا۔ اس اندھیرے میں اس بد حواس سی گڈمڈ کیفیت میں، خود سے بے خبر وجود کی ہچکیاں تھیں۔ دبی ہوئی کربناک سسکیاں تھیں۔

"کیا بے چینی ہے تمہیں"؟ خاموشی کو چیرتی ہوئیں اس کی سسکیاں اچانک ابھرنے والی مترنم اور ٹھہری آواز پر رک گئیں۔

اس نے ڈر کے مارے اپنی ہتھیلیاں سختی سے اپنے ہونٹوں پر ٹکادیں، تاکہ اس کی آواز دب جائے اس کے وہاں ہونے کا علم کسی کو نا ہو۔

"کیا سانسیں روکنا چاہتے ہو" ایک بار پھر سوال کرتی آواز گونجی۔

"مجھ سے مت ڈرو" اس کے ڈر کر آنکھیں میچنے پر پھر کہا۔

"ک۔۔۔۔۔ک۔۔۔۔۔کو۔۔۔کون "اٹکتے ہوئے اس کے لبوں سے ادا ہوا۔

"آواز خوب" ٹھہری آواز گونجی۔

"ک۔۔۔کون۔۔" ناسمجھی سے پوچھا

"اللہ سے مایوس ہو بشر "

بشر نے حیرانگی سے ادھر ادھر دیکھا۔ مگر اندھیرا سب چھپائے بیٹھا تھا۔ آواز کس سمت سے آرہی تھی یہ بھی معلوم نہ ہو سکا۔ یوں لگتا تھا آواز اس کے چاروں طرف سے آرہی ہے، کہیں بہت قریب سے۔
"میرا۔۔۔ن۔۔۔۔نام کیسے "

"میں تمہیں جانتا ہوں بشر، بے حد قریب سے "اس کے سوال کو مکمل ہونے سے پہلے جواب دیا گیا۔

urdunovelsblog

" تم کوئی انسان ہو یاں جن " بشر نے خوف سے پوچھا۔اندر کہیں اسے اپنا غم کھائے جا رہا تھا۔ مگر خوف غم سے بڑا ہوتا ہے اتنا کہ غم ہو کر بھی بے معنی ہو جائے۔
"دونوں نہیں" آواز گونجی

"جاو یہاں سے" بشر نے چلا کر کہا اور اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیاں آنکھوں پر لگا کر انگلیوں سے سر پکڑ لیا۔آنسو بھی اس سے روٹ بیٹھے تھے۔دل کا بوجھ ہلکا کرنے کو وہ بھی اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ناجانے آنکھوں کے اندر کس کونے میں چھپے ہوئے تھے۔لرزتے وجود اور دل کے بوجھ زدہ ہونے پر اس کی حالت بے حال تھی۔

" تم نے اس بچے کو مار دیا بشر "

بشر نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں اور دو سیکنڈ اندھیرے کو گھورتے رہنے کے بعد سوچا، کہ بولنے والے نے یقیناً ایکسیڈینٹ ہوتے ہوئے دیکھ لیا ہو گا ۔اور اس کا پیچھا کرتے یہاں پہنچ گیا۔اور اب اسے پولیس کے حوالے کر دے گا۔اس کا دماغ نارمل نہیں سوچ رہا تھا۔پولیس کا سوچتے ہی اس نے اٹھ کر بھاگنا چاہا کہ اسے ایک اور جھٹکا اسے لگا۔

" اس سے پہلے تم نے گاڑی چرائی تھی جس سے ایکسیڈینٹ ہوا"

بشر کے ذہن میں پھر جھماکا ہوا کہ گاڑی تو اس نے دو دن پہلے چرائی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہیں یہ گاڑی کا مالک تو نہیں ۔۔۔۔۔۔۔اس صورتحال میں بھی اسے پولیس کے حوالے ہی کیا جاتا۔اور بچے کی موت کا قصہ تو خو بخود سامنے آ جاتا۔

بھاگنے کے لیے اس نے قدم اس طرف بڑھائے جس سمت سے وہ اس عمارت میں کودا تھا۔رات گزارنے کے لیے، چھپنے کے لیے۔مگر جس رات میں چھپا جائے وہ آسانی سے نہیں کٹ جاتی۔دھیمے دھیمے گزرتی ہے جیسے خود کا رات ہونا بھول کر خود کو صدی سمجھنے لگی ہو۔

" نا تو میں گاڑی کا ملک ہوں نا ہی تمہارا پیچھا کیا ہے میں نے۔" آواز ابھر کر رکی پھر کہا کہ

" اللہ سے معافی مانگ لو بشر بھاگنے سے کیا ہو گا۔۔۔۔۔۔کچھ نہیں۔۔۔۔۔۔تم بس خود کو تھکا رہے ہو۔"
بشر اس کی دوسری بات پر غم اور غصے سے بولا۔

urdunovelsblog

" میں کیوں مانگوں اللہ سے معافی۔ جو کچھ ہوا اس کی ہی وجہ سے ہوا۔ بلکہ میری زندگی میں آج تک جو ہوگا آیا ہے۔اس کی وجہ سے ہوا"

اس کی آواز میں غصہ، غم، ایمان کی کمی ہلکورے کھا رہی تھی۔

" اور میں معافی مانگوں؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اگر وہ چاہتا تو میرے ماں باپ مجھے نا چھوڑتے، مجھ نام نہاد بیٹے کو کبھی تو ماں کی ممتا کا لمس اور باپ کی چاہت نصیب ہوتی۔ میں کوئی ناجائز تو نہیں تھا۔بس ان دونوں کو ایک دوسرے سے اختلاف تھا۔اور میں اختلاف کی لڑائی میں بھلا دیا گیا۔ کیا یہ سب بھی میرا گناہ ہے۔" اس کے لہجے میں چیلنج تھا کہ بتاو اب بتاو یہ سب تو اللہ کی وجہ سے ہوا اس کی مرضی سے تو اب بھی معافی میں مانگو۔
"تم اس کی رضا کے بغیر نہین پل سکتے تھے اس نے ہی تمہیں اس قابل کیا ہے" آواز نے برحق دلیل دی۔

"نہیں بالکل نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس کی رضا میں مجھے پالنا نہیں اذیت دینا تھا۔ میں اپنے ماں باپ کا سکون ہو سکتا تھا وہی سکون جس کا نعرہ لگاتے وہ دونوں الگ ہوئے۔اور اگر اس کی رضا ہوتی تو میں کبھی بھی بوڈنگ نا بھیجا جاتا۔ وہ چاہتا تو مجھے لوگ یتیم سمجھ کو اپنا اپنا غلام تصور نا کرتے۔ مجھ سے بوڈنگ میں سب نے گدھوں کی طرح کام کروایا۔ جس عمر میں بچوں کے ہاتھ مین کھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کھلونے ہوتے ہیں میرے ہاتھ محنن چھالے نہ ہوتے" اس نا اٹکتے ہوا اپنے ہاتھوں کو دیکھ کر کہا۔ایک طرف خواہش کا نبار تھا اور دوسری طرف گلے شکووں کا ڈھیر۔

"می۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں بوڈنگ سے بھاگ گیا۔اور بنا تو کیا۔۔۔۔ایک چور۔۔۔۔۔ مجھے زندگی نے یہی بتایا جن کے ماں باپ ہی نا اپنائیں انہیں دنیا بھی نہیں اپناتی۔ میں جب کئی کئی دن بھوک سے تڑپتا تھا تو وہ تو نہیں آیا مجھے کھانا دینے اس نے تو مجھے لوگوں کی غلیظ نظروں سے نہین بچایا۔۔۔۔۔ میں نے (انگلی اپنے سینے پر رکھ کر کہا) خود کو خود بچایا۔۔۔اور اگر اس نے مجھ سے محبت کی ہوتی تو میرے ہاتھ آج کسی کے خون سے نا رنگے ہوتے۔ وہ مجھے کم از کم قاتل نا بناتا۔اس نے میرے مقدر کر سیاہی سے بھرا ہے اگرو۔۔۔۔۔۔وہ مجھ سے محبت کرتا تو میرے مقدر کو سیاہی نصیب نہ کرتا۔"

وہ پھٹ پڑا تھا جو جو اس کے ذہن میں گردش کر رہا تھا اس نے زبان کے ذریعے باہر نکال دیا۔اس کی پوری کہانی میں اس کا قصوروار صرف اللہ تھا۔ یاں پھر اسے،اس کے علاوہ اپنے غموں کی وجہ بنانے کے لیے کوئی اور ملا نہیں۔

"کیا اللہ نے تم سے کہا کہ اسے تم سے محبت نہیں؟"

سوال تھا کہ چابک جو بشر کو لگا

"میرے زندگی کے ہر فعل نے کہا کہ اللہ کو مجھ سے محبت نہیں۔"

لہجہ ہنوز غصے بھرا تھا۔اب تو آنکھوں میں چھپے آنسو بھی نکل پڑے تھے۔آنکھوں کے گوشے نمی سے تو ہو گئے تھے۔اس طرح کہ اندھیرا بھی دھندلانے لگا تھا۔اسے لگا کہ اس کے آس پاس کا منظر اس کی آنکھوں سے نکلتے سیال میں ڈوب رہا ہے۔

"کیا تمہیں خود سے محبت ہے۔" پھر پوچھا

بشر نے نظریں اندھیرے میں اٹھائیں اور یک لفظی جواب دیا
" ہاں"

"کوئی ثبوت تمہاری محبت کا"

آواز اب بھی نرم تھی پہلے جیسی
بشر نے چند لمحے سوچا اور کہا

" میں نے ہمیشہ خود کو وہی دینا چاہا جو اچھا تھا۔اور خود کو اس سے بچایا جو میرے وجود کے لیے برا تھا"

"کیا تمہارے نزدیک چور بننا تمہارے لیے اچھا تھا" اس سوال نے اسے سوچنے پر مجبور کر دیا۔ مگر اس نے جواب دیا۔ وہ الگ بات تھی وہ جواب نہیں بس بہانہ تھا۔

" میں صرف چیزیں چراتا تھا کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا تھا"

"چور صرف چیزیں نہیں چراتا ان چیزیں سے جڑیں امید کی روشنیاں بھی چرا لیتا ہے اور وہی امید جو کسی کے لیے کروڑوں سے بڑھ کر ہوتی ہیں۔انہیں کوڑیوں کے دام بیچ دیتا ہے۔ تم نے بھی امیدیں چرائیں اور انہیں کوڑیوں کے دام بیچ کر اپنے مقدر کے لیے سیاہی خریدی۔ تم نے سارا کا سارا الزام اللہ پر

لگادیا۔ تم غلطی ماننے کے ظرف سے ناپید ہو بشر۔ تم نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا۔"میں مظلوم میں مظلوم" کی گردان کر کے تم نے اپنی قیمت خود گنوائی ہے" تلخ حقیقت قدرے نرم آواز میں گونجی۔

" میرے ماں باپ اور باقی سب قصے اسی نے سزا کے طور پر مجھے دیے۔ مجھے بتاؤ نومولود بچے کو کس شے کی سزا ملی"

انسان کو قرآن نے ناشکرا کہا اور خوب کہا کیونکے انسان شکوے پر زور دیتا ہے۔ جو نہیں ہے اس کی گنتی میں خود کو ہلکان کرتا ہے۔ اور ہلکان ہونے کے بعد جو میسر ہوتا ہے، جو نعمتیں اس کے پاس ہوتی ہیں۔ انہیں گنے بغیر، انہیں سے اپنے آپ کو پھر سے ناشکری کے لیے تیار کرتا ہے۔

کہ خلاصہ یہ، جو میسر ہے اسے استعمال میں لا کر، جو نہیں ہے اس کا گلہ کرتا ہے۔

" ہاں نومولود بچے کو سزا نہیں دی جاتی۔ مگر آزمائش ضرور لی جا سکتی ہے۔ اور جن سے اللہ زیادہ محبت کرتا ہے ان سے زیادہ آزمائش لیتا ہے زیادہ پرکھتا ہے"
آواز خوب کے الفاظ بھی خوب تھے۔

"جو حادثہ آج ہوا؟"

استفہامیہ انداز میں ایک اور مدعہ تھا بشر کے پاس۔
"وہ بھی آزمائش ہے" بشر اس فقرے پر خاموش ہو گیا۔

"کیا تمہیں اللہ سے محبت ہے؟" چند پل کی خاموشی کے بعد پھر سے آواز آئی۔
"ہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہا۔۔۔۔ہاں" دھیمے لہجے میں بتایا جیسے کسی غلطی کا اعتراف کیا ہو۔

" کیوں"؟

urdunovelsblog

" مجھے اس سے ہزار گلے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہوں۔۔۔۔۔۔اور می۔۔۔۔۔۔۔۔۔ی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں اس کا نافرمان ہی سہی۔ مگر میرے وجود کو جو چیز قائم رکھے ہوئے ہے وہ وہی م۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ح۔۔۔۔۔محبت ہے۔ مگر میں نے اس بات کو بھی اس لیے دبا دیا کہ میں نے آج تک جس سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت ن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نہ۔۔۔ نہیں کی۔اور شاید اللہ بھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بھی نہیں کرتا۔۔۔۔۔۔"

اٹکتے اور سسکتے لہجے میں بشر نے جھکے سر کے ساتھ اس بات کا اعتراف کیا۔جو اس نے دل کے کسی کونے میں دبا رکھی تھی۔اس نے خود کو دلائل کے انبار میں چھپا رکھا تھا۔ مظلوم کا مکوٹا خود پر چڑھائے وہ خود سے بھی جھوٹ بولتا رہا۔

"تم نے اس کی محبت میں کیا کیا؟"

" میں نے"

ان دو الفاظ کے آگے خاموشی تھی، طویل بے حد طویل۔ کیونکہ ایسا کیا تھا جو اس نے۔۔۔۔۔اس کی محبت میں کیا ہو۔ نماز۔۔۔۔۔۔ نہیں ،روزہ۔۔۔۔۔۔۔۔ نہیں،اس کی اطاعت۔۔۔۔۔ نہیں،اس کی مخلوق کا خیال۔۔۔۔۔۔۔ نہیں،ایسے کئی سوالوں کے جواب۔۔۔۔۔۔۔۔بس نہیں میں تھے بشر کے پاس۔ سو طے تھا کہ اس نے کچھ نہیں کیا۔

" کیا کروں"

شکستہ لہجہ ،انسان کا لہجہ بڑا معنی رکھتا ہے،اس کی سوچ کی عکاسی اس کا لہجہ کرتا ہے۔

"اعتراف جرم۔۔۔۔۔ جاو کرو اعتراف کہ تم سے غیر ارادی طور پر ایک جان گئی ہے"

بشر نے اس بات پر اندھیرے میں پھر سے دیکھا آواز کا تعاقب کرنا چاہا مگر لاحاصل رہا۔اندھیرے کا چشمہ یاں تو اس کی آنکھوں پر تھا یاں پھر اس کے آس پاس واقعی اندھیرا تھا۔

"مجھے سزا ہو جائے گی عمر بھر کے لیے" جواز پیش پیش تھا۔

" تمہارے لحاظ سے تو گزری عمر تمہارے لیے سزا ہی تھی۔اور دیکھو تم نے اس میں سروائیو کر لیا نہ۔طریقہ چاہے غلط تھا۔یقین جانو یہ سزا اس سزا سے بہتر ہو گی جو تم نے خود کو غلط فہمیوں میں پناہ دے کر دی۔اس سزا کا طریقہ درست ہو گا اور تم سروائیو کر جاوگے۔اس کا انجام تمہارے دل کی زندگی ہو گا۔تمہارا اعتراف ہی تمہارے دل کے زندہ ہونے کی دلیل ہو گا۔اور دل کا زندہ رہنا ضروری ہے،بے حد ضروری۔کیونکے ایمان دل میں بستا ہے"

اور بشر کے مردہ ہوتے دل کی آخری سسکی نے ایمان کا آب حیات مانگا تھا۔

"ٹھیک ہے میں اعتراف کر لوں گا۔یہ حقیقتا بہتر ہے،اللہ کے ہر کام کی طرح شفاف اور صحت بخش۔۔۔۔۔۔"

بالآخر بشر نے مان لیا تھا کہ دنیا میں وہ ہر وقت اللہ کی امان میں تھا۔اور اب اس کا تعلق دنیا سے کٹ گیا تو کیا ہوا،اسے بہتری سے نواز دیا گیا تھا۔دل کی زندگی کی نوید سنا دی گئی تھی۔اللہ کے پیاروں میں منتخب تھا وہ۔کیونکے طرح غلطی اور گناہ کا اعتراف منتخب کردہ لوگ ہی کرتے ہیں۔کوئی کوئی انمول کیا جاتا ہے۔کندن بنایا جاتا ہے۔

کافی دیر کی خاموشی نے بشر کو بتایا کہ اب وہ اس اندھیرے میں اکیلا ہے
اس آواز کا وجود اب وہاں نہیں تھا۔کون تھا وہ جس نے اس کے ڈگمگاتے قدم ہموار زمین پر لا کھڑے کیے اور انہیں سنبھلنے کا موقع فراہم کیا۔
کیا خبر اور کیا پتا وہ جو پیغام دے رہا تھا وہ بشر نے لے لیا۔

urdunovelsblog

بشر نے زمین پر لیٹ کر ایک بازو سیدھا کیا اور اس پر سر رکھ دیا۔اسے اعتراف سے پہلے چند گھڑیاں نیند چاہیے تھی۔ہمت بڑھانے کو بے خبری چاہیے تھی۔سوچوں کے بھنور سے بچنے کو نیند حد درجہ ضروری تھی۔

اسے نیند میں جانے سے پہلے آواز کے آخری الفاظ یاد آئے جب اس نے پوچھا تھا کہ
" کیا ہم پھر ملیں گے "
اور اس آواز نے کہا تھا کہ
" اگر تمہارا دل زندہ رہا اور تمہاری سوچ کی ہوائیں اسے بنجر نہ کر سکیں تو ہاں ضرور ہم ملیں گے "
" کہاں "
" تم اور میں جدا نہیں۔جہاں تم وہیں میں۔شرط تمہارا عہد اعتراف ہے " آخری الفاظ تھے جو بشر نے سنے اور ذہن میں محفوظ کیے تھے۔

اس کے کندھے کو ہلایا گیا۔ تو اس نے دھیرے دھیرے آنکھیں کھولیں۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ ابھی بھی گہری نیند کا اثر باقی تھا۔ آہستہ آہستہ جب ذہن بیدار ہوا اور شعور حاضر ہوا تو گزری رات اور اس کے بعد پچھلی سبھی زندگی یکدم ذہن میں آ۔۔۔۔۔ سمائی۔۔ اس نے سر کو جھٹکا دیا تو اسے سر پر کھڑے بزرگ نظر آئے اور اور ان کی آواز سنائی دی۔

" برخردار! اٹھ جاو فجر کی جماعت کھڑی ہونے ہی والی ہے۔"

بشر نے کھڑے ہوتے ان کی بات پر چاروں طرف دیکھا تو اندھیرا مٹ چکا تھا۔ روشنی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ جگہ، چیزیں اور چہرے واضح کرتی ہوئی روشنی۔۔۔۔ وہ کسی مسجد میں تھا۔ یعنی رات وہ کسی مسجد میں کودا تھا۔
رات جس آواز نے اسے حقیقت دکھائی تھی وہ اس کا وجود تلاشنے لگا اپنے آس پاس۔

" کسے ڈھونڈ رہے ہو بچے؟" بزرگ نے اس کے ادھر ادھر دیکھنے پر پوچھا۔

" میرے پاس کوئی تھا رات میں۔۔۔" اس نے بتایا

" کون" انہوں نے پوچھا۔

"آواز خوب کہا تھا اس نے خود کو"

بشر کی بات پر بزرگ کے چہرے پر جاندار مسکراہٹ آئی۔

"آپ جانتے ہیں وہ کہاں ہے"

بشر نے ان کی مسکان دیکھ کر پوچھا۔ بزرگ نے مسکرا کر سر ہلایا اور اپنا دایاں ہاتھ بشر کے سینے پر بائیں جانب رکھا اور کہا

"یہاں"

ان کی بات پر بشر نے تعجب سے ایک نظر اپنے سینے پر دھرے ان کے ہاتھ کو دیکھا اور دوسری نظر ان کے چہرے پر ڈالی۔

" تمہیں معلوم ہے آواز خوب کیا ہے"

اس کا تعجب بھانپتے انہوں نے پوچھا۔

" میں بتاتا ہوں بچے"

انہوں نے اس کے سینے پر دھرا اپنا ہاتھ اس کے کندھے کے گرد پھیلایا اور بولے

"آواز خوب ہی آواز قلب ہے۔اور آواز قلب ہی آواز خوب"

ان کی بات پر بشر کے ذہن میں جھماکا ہوا اسے یاد آیا اس آواز نے کہا تھا کہ وہ انسان یاں جن دونوں نہیں۔

اور اگر اس کا دل زندہ رہا تو پھر ملیں گے۔آخری فقرہ بھی اس کے ذہن میں گونجا۔

"تم اور میں جدا نہیں۔جہاں تم وہیں میں۔شرط تمہارا عہد اعتراف ہے"

اور اسے معلوم ہو گیا کہ رات کے پچھلے پہر اس کے ہی دل کی آواز نے اسے آئینہ دکھایا۔اور دل پر بھی تو اللہ ہی قادر ہے۔اس کے دل کی آواز اللہ کی پابند تھی۔اور اسے راستہ دکھا گئی۔اب اسے اس راستے پر چلنا تھا۔اللہ تک جانے کو، فلاح پانے کو اسے اعتراف کرنا تھا۔اس نے تشکر سے آنکھیں بند کیں اور بزرگ کے ساتھ وضو کرنے چل دیا۔کہ نماز کے بعد اسے پولیس اسٹیشن بھی جانا تھا اعتراف کرنے کو۔

پیچھے ہواؤں کی سرگوشی جاری ہی ہوئی۔جو مسجد کی دیواروں سے ٹکراتی کہہ رہی تھی "تم نے سنا وہ جو بزرگ نے کہا"

"آواز خوب،ہی آواز قلب ہے۔اور آواز قلب،ہی آواز خوب"

دل کے ٹوٹنے پر ملیں گے جواب تجھ کو
دبی ہوئی آواز اٹھا،دل بوجھ سے آزاد کر

~~~~~~

☆

urdunovelsblog
~~~~~~